جلد ۲۶ ✿ شمارہ ۲۰
۴ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ ✿ ۱۴ نومبر ۱۹۸۰ء

مَن انصَارِی اِلَی اللّٰہ

چودھویں صدی ہجری کا سورج غروب ہونے کو ہے۔ یاروں نے اس صدی کو دنیا کی زندگی کی آخری صدی قرار دے رکھا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بڑی حکایات اور افسانے تھے جو اس صدی کے حوالے سے مزے لے لے کر بیان کئے جاتے اور دہرائے جاتے تھے۔ لیکن ہر افسانہ اور ہر کہانی دم توڑ گئی۔ اور اب ہم پندرھویں صدی کا استقبال کرنے والے ہیں۔ اس صدی میں اہل اسلام کو جن مصائب سے دو چار ہونا پڑا ان میں سے کچھ کا ذکر ہم گزشتہ شمارے میں کر چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ ہفتہ ادارہ کے سربراہ و مربی مولانا عبیداللہ انور کا فاضلانہ اور پُر مغز خطبہ سامنے آئے گا تو حالات سے مزید آگاہی ہو گی۔ اس خطبہ میں ماضی کی داستان ہو گی تو مستقبل کی اصلاح پر بھی گفتگو ہو گی۔ ایک سچے مسلمان، مخلص داعی اور خدا ترس عالم کے دل کے درد اور کسک کا آپ کو اندازہ ہو گا۔ اس کے بعد آپ کی مرضی کہ آپ اپنی صفوں کو منظم کرتے ہیں یا نہیں —؟ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھ کر بہتری کی تدابیر اختیار کرتے ہیں یا نہیں ——؟

عراق ایران جنگ تو سامنے کی بات ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض .... لوگوں .... نے جو رخ اختیار کر رکھا ہے اس سے متعلقہ علاقوں کا فنا ہونا تو لازمی سی بات ہے، اڑوس پڑوس بھی خطرات سے دو چار ہو جائے گا اور عین ممکن ہے کہ یہ صورتِ حال تیسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ بن جائے۔ اور دنیا عالمگیر تباہی سے دو چار ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ملّتِ اسلامیہ کے لئے یہ کلنک کا ٹیکہ ہو گا جس کی تلافی صبحِ قیامت تک نہ ہو سکے گی۔ اس زبوں حالی اور پریشانی کے عالم میں دینِ اسلام اپنے نام لیواؤں

—— اس پرچے میں ——

رئیس الادارہ

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم :— میاں محمد اجمل قادری
مدیر :— محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ ۶۰/- روپے، ششماہی ۳۰/- روپے
	سہ ماہی ۱۵/- روپے، فی پرچہ ۱/۵۰ پیسہ

کو دکھائی دے رہا ہے۔

من انصاری الی اللہ

یہ صدائیں اٹھ اٹھ کر جھنجوڑ رہی ہیں۔ نہ معلوم وہ کون سا خوش قسمت خطہ ہوگا جس کے باسی "نحن انصار اللہ" کا جواب دے کر اس سعادت کو حاصل کرتے ہیں جو سعادت عہد رفتہ کے پُرخلوص مسلمانوں کا مقدر تھی۔ پاکستان جو واحد نظریاتی ریاست کے طور پر دنیا کے تختہ پر ابھرا تھا اس کے ارباب اقتدار اہل علم و دانش اور دوسرے مؤثر گروہوں کو صدائے من انصاری پر زیادہ خلوص سے توجہ دینی چاہیے کیونکہ ان کا وجود اس کا رہین منت ہے۔ اگر وہ اسی طرح عیش و غفلت کا شکار رہے اور انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا تو "سنتِ الٰہی" وہ روزِ بد دکھا سکتی ہے جس کے ہم کبھی متحمل نہ ہوں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کون خوش قسمت اس صدائے ربانی پر کان دھرتے اور اپنے آپ کو آمادۂ عمل کرتے ہیں؟

بن بیلا کی رہائی

الجزائر کے سابق صدر احمد بن بیلا پندرہ سال بعد رہا ہو گئے۔ خدا شاہد ہے کہ اس خبر سے اتنی خوشی ہوئی کہ اس کا الفاظ میں اظہار ممکن نہیں۔ تھوڑے دن پہلے ان کا ایک انٹرویو آیا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کو آئیڈیل بنا کر سفر شروع کرنا چاہا تو سامراجی طاقتیں میرے درپے ہو گئیں اور پھر جو ہوا وہ سب کے سامنے ہے —— جی چاہتا ہے کہ قدرت اس عظیم اور بہادر انسان سے کوئی کام لینا چاہتی ہے —— الاصنام کے شہر میں وہ بھی نظر بند تھے سارا شہر برباد ہوا اور ہزاروں باسی موت کا شکار ہو گئے لیکن بن بیلا کی قدرت نے حفاظت کی اس سے ہمارے خیال کو اور تقویت پہنچتی ہے کہ قدرت کو کچھ بہتری منظور ہے۔

بہرحال ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ملت کے مقدر کا ستارہ بنائے اور وہ افقِ عالم پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں۔

ریل کے ڈبے اور خواتین

مرکزی کابینہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ریل کے جو ڈبے آئندہ بنائے جائیں گے ان میں عورتوں کے لیے ایسے کمرے ہوں گے جو مکمل باپردہ ہوں گے اور جن میں خواتین ہی جا سکیں گی مرد نہیں۔ فیصلہ اچھا اور مستحسن ہے لیکن سوچتا ہوں کہ کیا عورتوں کے حجاب و پردہ کا معاملہ یہیں تک ہے؟ یا اور بھی مقامات ہیں جہاں اس کا احساس بیدار ہونا چاہیے؟ اسلام آباد میں خواتین کا کنونشن اچھا بھلا "مقابلہ حسن" معلوم ہوتا تھا اور پھر جو مطالبات ہوئے وہ اپنی جگہ المیہ ہیں۔ عورت جو خلاق فطرت کا حسین شاہکار تھی آج "شمع انجمن" بن کر رہ گئی ہے۔ اور ایسا اب وہ ہی نہیں کر رہے جن کو معاشرہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے بلکہ اب تو "شرفا" بھی اس کو "شرافت" قرار دیتے ہیں —— اللہ تعالیٰ حسن فہم کی دولت سے نوازے۔

توجہ فرمائیں

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے سابق سرکولیشن مینجر احسان الواحد صاحب نے عرصہ دراز سے دفتر سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ اس لیے ان سے درخواست ہے کہ وہ اس اعلان کو پڑھ کر فوراً دفتر پہنچ جائیں یا جن احباب سے ملیں وہ انہیں دفتر پہنچنے کی تاکید کریں۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

جس دل میں دین کا درد نہیں وہ مُردہ ہے

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

محترم حضرات! جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے فرائض نبوّت میں "تزکیہ" بھی شامل تھا جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ آل عمران اور سورۂ جمعہ میں موجود ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ آپ نے اس دَور کے انسانی معاشرہ پر جو محنت کی اس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو انسانیت کا کامل نمونہ بنا دیا۔ حضرت نبی کریم علیہ السلام کی صحبت میں جو برکات تھیں پچھلے ادوار کے مشائخ کی تمامتر محنتیں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ نبوت کی صحبت سے استفادہ کرنے والوں اور آپ کی بابرکت مجلس میں بیٹھنے والوں کو "صحابہ کرام" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ گروہ حضور علیہ السلام کی حسنِ تربیت کا بہترین نمونہ ہے اور ان کے شرف و مجد کو خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں جا بجا ذکر فرمایا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے اس گروہ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں نمونہ کے طور پر ایک حدیث عرض کئے دیتا ہوں جس کو امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالےٰ نے الصواعق المحرقہ میں ذکر فرمایا ہے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:۔

إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ أَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ــــــ

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ دنیا میں فتنوں یا بدعات (دونوں کا مفہوم قریب قریب ایک ہی ہے) پھیل جائیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر سب و شتم ہونے لگے تو اہلِ علم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے خداداد علم سے اس صورتِ حال کا مقابلہ کریں (یعنی بدعات کی بجائے سنت کی اشاعت و تبلیغ کریں اور صحابہ کرام کی عظمتِ ایمان کی حقیقت سے دنیا کو آگاہ کریں) اور اگر اہلِ علم نے ایسا نہ کیا تو ان پر اللہ تعالےٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور صبح قیامت میں نہ ان کے فرائض قبول ہوں گے نہ نوافل۔

اس روایت کو حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہ نے اپنے ملفوظات میں بھی ذکر فرمایا ہے اور بعض دوسری کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے۔ کہنے سے مقصد یہ ہے کہ اہل علم پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اگر وہ حالات کے سامنے سپرانداز ہو جائیں یا حالات کی ناسا‏عدت کی وجہ سے اپنے فرائض سے غفلت برتنے لگیں تو ان کا انجام بہت بدتر ہوگا۔

آج ہمارے معاشرے کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے اسلام کی صحیح اور سچی ترجمانی اور صدر اول کے مثالی مسلمانوں کے

(باقی)

کردار کو احسن طریقہ سے دنیا کے
سامنے پیش کرنا تاکہ لوگ ان کی
زندگیوں سے سبق حاصل کر سکیں اور
لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ ایمان و
تقویٰ کی برکات کیا ہیں؟ ——

محترم حضرات! ہماری یہ
محنت، ذکر و فکر کی یہ محفلیں
اور یہ تگ و دو محض اس لئے
ہے کہ ہم اچھے مسلمان بن سکیں۔
اور نہ صرف یہ کہ خود اچھے مسلمان
بنیں بلکہ اس پیغام صداقت کو
دنیا میں پھیلائیں اور دنیا کو
بتائیں کہ جب دنیا میں ایمان کی
ہوائیں چلتی ہیں، جب دنیا میں
ذکر و فکر کی مجلسیں قائم ہوتی
ہیں، جب دھرتی اللہ اللہ کے
نور سے جگمگا اٹھتی ہے تو دنیا
میں کس طرح برکات کا ظہور ہوتا
ہے —— صحابہ کرام علیہم الرضوان
کی یہی خوبی تھی کہ وہ سرکار سے
سن کر اس بات کو آگے پھیلاتے
تھے اور جب سرکار دنیا سے
رخصت ہوئے تو انہوں نے اپنی
زندگیاں دین کے لیے تج دیں اور
اس راہ میں اتنے سفر کئے کہ وطن
سے سینکڑوں بلکہ بعض شکلوں میں
ہزاروں میل دُور نکل گئے اور
پھر دُور دراز علاقوں میں ان کی
قبریں بنیں۔ یقین کریں کہ آج جو
اسلام کی رونق ہے انہی کی قربانیوں
کا صدقہ ہے۔ ہمیں ان پاک مجالس
میں اپنے محاسبہ کی فکر کرنی چاہیئے۔
کہ ہم اپنے اندر دین کا کتنا درد
رکھتے ہیں؟ کہ اس کے بغیر زندگی
محض بیکار ہے —— اللہ تعالےٰ
حسن عمل کی توفیق دے۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

صحت بخشنے والا بھی وہی ہے۔
موحد اعظم حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے کتنی عظیم بات
فرمائی۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ
يَشْفِينِ (الشعراء) کہ جب میں
بیمار ہوتا ہوں تو وہ ذات اقدس
مجھے صحت و شفا بخشتی ہے

جب خوشی و راحت میں
بندہ مومن اللہ کی طرف متوجہ رہتا
ہے۔ تو بیماری و تکلیف میں زیادہ
متوجہ ہوتا ہے اور اس پر صبر کرتا
اور اس میں قدرت کی حکمت سمجھتا
ہے تو مالک الملک اسے اس کے
حق میں کفارہ سیئات بنا دیتے ہیں۔
ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جو
صحت کی طرح بیماری کو اللہ کی
نعمت سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حضرات
علماء دیوبند کے شیخ و مرشد الحاج
امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے فرمایا
لیکن یہ مقام خاص مقربین بارگاہ
الست کو حاصل ہوتا ہے —— اور
مرضیات خداوندی پر کمال درجہ کی
ثابت قدمی انہی کا مقدر ہوتی ہے۔
بہر حال کسی بھی تکلیف و
پریشانی پر واویلا نہیں کرنا چاہیئے
بلکہ شرعی حدود میں رہ کر اس
کا علاج معالجہ کرنا چاہیئے۔ اور
اپنے رب کی رحمت سے اس
بات کی توقع اور امید رکھنی چاہیئے
کہ وہ اپنے نبی کے وعدہ کے
مطابق اسے میرے حق میں کفارۂ
سیئات بنا دے گا —— جب
رحمت باری سے ایسی توقع وابستہ
رکھی جائے تو وہ بے پناہ کرم فرماتا
ہے۔ کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ
بندہ جس طرح کا میرے معاملہ میں
گمان رکھتا ہے میں اسی طرح کا اس
سے سلوک کرتا ہوں۔

ہو علم اگر نصیب تو تعلیم بھی کر
دولت جو ملے تو اس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے گر عظمت تجھ کو
جو اہل ہیں اسکے انکی تعظیم بھی کر

(اکبر الہ آبادی)

آیت کریمہ

۱۲ نومبر بروز جمعرات بعد نماز
عشاء منعقد ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

خطبہ جمعہ

ترتیب: مولانا عبدالرؤف فاروقی

جذبۂ تشکر
انعاماتِ الٰہی کے ازدیاد کا سبب بنتا ہے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ“۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

محترم حضرات! یہ آیت کریمہ سورۂ ابراہیم (علیہ السلام) کی ساتویں آیت ہے۔ اس کا ترجمہ ہے:۔

”اور جب تمہارے رب نے کہا البتہ اگر تم شکر گذاری کروگے تو اور زیادہ دونگا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بھی سخت ہے“۔

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

حضرت لاہوری قدس سرہٗ نے اپنے ”بقامت کہتر بقیمت بہتر“ حواشی میں لکھا ہے کہ:۔

”اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان عام ہے کہ شاکر کے حق میں زیادتی انعام و اکرام اور نافرمانوں کے لیے سخت عذاب کا وعید ہوگا (ف۳)

محسنِ حقیقی

حضرات! اس معاملہ میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خالق و مالک، ہمارے رازق اور ہمارے محسن و مربی ہیں بچہ جب شکم مادر میں ہوتا ہے تو اس کی تربیت کمال مربیانہ شفقت سے حضرت حق فرماتے ہیں اور شکم مادر میں انسانی تخلیق کے تمام مراحل وہ خالق کون و مکان ہی پورے فرماتے ہیں اور انسان کی ہر ضرورت کو پورا فرماتے اور اسے ہر طرح سے نوازتے ہیں بلکہ وہ ذات اقدس ایسی ہے جو ہر کسی کے رزق کی ذمہ دار ہے۔ قرآن عزیز میں ہے:۔

”اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے“۔

اور سورۂ عنکبوت میں فرمایا:

”اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ہی انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے“۔

(آیت ۶۰۔ ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

اس صورت حال کو سامنے رکھ کر ایک لمحہ کے لیے سوچیں کہ وہ محسن حقیقی جو ہماری ہر نوع ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اس کا ہم پر کیا حق ہے؟ ایک سلیم الفطرت اور صحیح الدماغ آدمی فوراً جواب دے گا کہ اس کی عبادت و بندگی اور اس کا شکر بجا لانا بندے کے فرائض میں شامل ہے — اوّل تو اس لئے کہ اس نے انسان کو پیدا ہی اس مقصد کے لیے کیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ ذاریات میں ہے اور پھر اس لئے بھی کہ اس کے احسانات کا تقاضہ یہی ہے۔ کون شریف آدمی ہے جو اپنے محسن کی قدر نہیں کرتا بلکہ (بقول مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم) ”کتّے کو دیکھو

جس دروازے سے ایک مرتبہ اسے
روٹی کا ٹکڑا مل جاتا ہے عمر
بھر اس دروازے پر پڑا رہتا
ہے۔ تو کس قدر حسرتناک معاملہ
ہے انسان کا کہ صبح و شام اپنے
خالق و مالک کی نعمتیں کھاتا لیکن
اس کی نافرمانی کرتا ہے۔

احسان کیسے؟

"احسان" دل، زبان اور تمام
اعضاء و جوارح سے ہوتا ہے۔
دل کی احسان مندی تو یہ ہے کہ
دل ہر وقت اللہ کی یاد میں غرق
رہے۔ جیسا کہ سرور کائنات علیہ السلام
نے فرمایا اور آپ کا اپنا عمل
بقول سیدنا عائشہ سلام اللہ تعالیٰ
علیہا و رضوانہ یہی تھا کہ ہر وقت
اس کی یاد میں مصروف رہتے اور
آپ نے غافل دل سے پناہ مانگی
ہے اور صوفیا تو یہاں تک کہہ
دیتے ہیں کہ جو دم غافل سو دم
کافر، اس لئے اپنے قلب کو اس
کی یاد میں مصروف رکھنا احسانمندی
کا لازمی اور ناگزیر تقاضا ہے۔
رہ گئی زبان تو جیسا کہ سرورِ کائنات
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم
نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہمیشہ
اللہ کی یاد سے تر رہنی چاہیئے۔
اس کا میرے خیال میں جہاں یہ
فائدہ ہے کہ یادِ الٰہی کا ثواب
نصیب ہوگا اور حضور علیہ السلام
کے حکم کی تعمیل ہوگی وہاں اس
کی برکت سے آدمی متعدد گناہوں
سے بچے گا جن کا تعلق زبان
سے ہے۔ غیبت، چغلی، گالی گلوچ
اور اس نوع کے گناہ زبان سے
متعلق ہیں اگر ایک آدمی اپنی
زبان کو یادِ الٰہی میں تر رکھے اور
اس کی توجہ اس طرف رہے تو
اسے ان باتوں کی کب فرصت ہوگی؟
اور اعضاء و جوارح سے
شکر یوں ہوگا کہ جس عضو کو
خالقِ کائنات نے جس مقصد کے
لیے پیدا فرمایا ہے اس میں اس
کو لگایا جائے اور جن باتوں سے
روکا ہے اس سے آدمی رُکے،
آنکھوں سے قدرت الٰہی کے نشانات
دیکھنا جذبہ تشکر کی تعمیل ہے۔
تو آنکھوں سے ایسی چیزوں کا
دیکھنا جن سے روکا گیا ہے گناہ،
فسق اور ناشکری کی بات ہے۔ دکھی
غم رسیدہ اور پریشان حال لوگوں کی
خدمت اور ان کی امداد کے لیے
اپنی جسمانی قوتوں کا خرچ کرنا انسان
کے شاکر ہونے کی دلیل ہے تو
انہی قوتوں کو فسق و فجور اور
بدی اور گناہوں کے کام میں خرچ
کرنا انسان کی بدبختی کی علامت ہے
اور ایسے انسان کا نام ناشکروں
کی فہرست میں لکھا جائے گا۔
الغرض اس مضمون کو
آپ جتنا پھیلائیں پھیل سکتا ہے
اور اس پر ایک مستقل عمارت قائم
ہو سکتی ہے ـــ لیکن آہ کہ
بندوں کی اکثریت ایسی ہے جنہیں
ان باتوں کا احساس نہیں اور
جب احساس مٹ جاتا ہے تو
قومی اور اجتماعی زندگی فلاکت و
ہلاکت کا شکار ہو جاتی ہے۔
قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ
قرآن سے پڑھیں تو آپ کو معلوم
ہوگا کہ جب قومیں اللہ تعالیٰ کی
نافرمانیوں میں غرق ہو جاتی ہیں تو
مالک الملک ان پہ ادبار اور بربادی
مسلط کر دیتے ہیں۔
قرآن عزیز نے سورۃ
نساء کی آیت ۱۴۷ میں بڑی پتہ
کی بات کہی :-

"(اے منافقو) اللہ
تمہیں سزا دے کر کیا کریگا
اگر تم شکرگزار ہو، اور
ایمان لے آؤ، اور اللہ
قدردان اور جاننے والا ہے"۔
(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

منافق کون ہے؟ وہ
جس کی زبان پر تو خیر اور بھلائی
کی باتیں بہت ہوں لیکن جس کا
دل اس جذبہ سے سرشار نہ ہو جو
زبان سے ایسی باتیں محض اس لئے
کرے کہ اسے دنیوی مفادات حاصل
ہو سکیں۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی برکات
سے وہ حصہ رسدی لے سکیں لیکن
دوسری طرف خبث باطن سے وہ کچھ

(باقی ۱۷ پر)

یومِ عاشوراء

حافظ عزیز الرحمٰن خورشید

عاشوراء کا دن لوگوں میں صرف اسی وجہ سے معروف ہے کہ اس روز حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی۔ حالانکہ اسلامی روایات کی بناء پر عاشوراء کا دن شہادت حسینؓ سے قبل بھی قابل احترام رہا ہے۔

یوم عاشوراء کے بارے میں حدیث پاک کے اندر بہت ساری فضیلتیں آئی ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "اگر رمضان کے بعد نفلی روزہ رکھنا ہے تو محرم کا روزہ رکھا کرو۔ کیونکہ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ایک ایسا روز ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی ہے اور اسی دن اور لوگوں کی توبہ بھی قبول فرماتے ہیں۔" (ترمذی)

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دسویں محرم کو خداوند قدوس نے مختلف اقوام اور مختلف انبیاء کو آفات و بلیّات سے نجات عطا فرمائی۔

○ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قبول ہونا۔

○ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت ملنا۔

○ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر جاکر ٹھہرنا۔"

○ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود کا گلزار ہونا۔

○ حضرت یونس علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کی تکالیف کا رفع ہونا۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات ملنا۔

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور آسمان پر اٹھائے گئے۔

○ حضرت یوسف علیہ السلام کا زنداں سے رہا ہونا۔

الغرض خدا کے خاص بندوں پر خدا کے خاص انعامات اسی روز ہوئے۔

یہود کو فرعون کے جبر و تشدد سے جو رہائی ملی تھی اس روز وہ روزہ رکھتے اور خوشیاں مناتے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہود عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ یہ کیوں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات دی۔ تو انہوں نے روزہ رکھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ تمہاری نسبت تو ہم زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے والے ہیں۔ آپؐ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی کیا۔"

حضور علیہ السلام نے اس روز روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم دیا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ! یہود و نصاریٰ بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ آئندہ سال میں اس کے ساتھ ۹ تاریخ کو بھی روزہ

رکھوں گا لیکن آئندہ سال محرم آنے سے قبل ہی آپؐ کی وفات ہو گئی۔

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا :۔

"نو اور دس کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔"

ایک دوسری روایت میں ہے

"عاشورار کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کیا کرو۔ یعنی ایک روزہ دسویں سے قبل رکھیں یا دسویں کے بعد۔"

مختلف روایات سے ثابت ہوا کہ عاشورار کا روزہ رکھنا مستحب ہے البتہ اہل کتاب کے ساتھ تشبّہ سے بچنا اور ان کی مخالفت کے لیے دسویں کے ساتھ نویں یا گیارھویں کا بھی روزہ رکھنا چاہیئے۔

حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے قبل عاشورار کا فرض تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل عاشورار کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کی فرضیت ہوئی تو پھر جس کی مرضی ہو رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

عاشورار کے دن روزہ رکھنے کے علاوہ احادیث میں اہل وعیال پر رزق کی وسعت کرنے کا بھی حکم آیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا

"جو شخص اس روز اپنے گھر والوں پر کھانے پینے کی فراخی رکھے سال بھر تک اس کی روزی میں برکت رہتی ہے۔"

خلاصہ یہ نکلا کہ

- دسویں محرم کے ساتھ نویں یا گیارھویں تاریخ کا کو روزہ رکھیں۔
- اپنے اہل وعیال پر رزق کی فراخی کریں۔
- محتاجوں اور فقیروں کو اپنی طاقت کے مطابق کھلائیں۔
- اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، اور توبہ و استغفار کریں

(سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو غور سے پڑھیں :۔

"اگر اس شہادت کو مصیبت کے دن کے طور پر منانا جائز ہوتا تو روز دوشنبہ اس کا سب سے زیادہ حقدار تھا۔ اس لئے کہ اس روز اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس دارِ فانی سے اٹھایا تھا اور حضور علیہ السلام اور ابوبکر صدیقؓ کا انتقال دوسروں کی وفات سے زیادہ دردانگیز ہے۔

اور ان باتوں سے بچیں جن سے خدا، رسولؐ، صحابہؓ اور اولیاء اللہ نے منع کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو

صراطِ مستقیم

پر چلنے اور بدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ

* * * * *

بقیہ : میری ذمہ داری

بزرگوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے میرے بزرگوں نے مجھے اجازت دے رکھی ہے کہ میں دوسروں کو اللہ کا نام لینا سکھاؤں میں کسی کو نہیں بتاتا اسے بتلا دیتا ہوں میں اپنے شیخ کی طرف سے وکالتاً اللہ کا نام بتلاتا ہوں یہ میری ذمہ داری ہے کہ جن احباب کا مجھ سے تعلق ہے ان کی رہنمائی کروں تاکہ ہم سب اللہ کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں۔

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

یادِ رفتگاں

حضرۃ مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرۃ مولانا سید زوار حسین شاہؒ کا سلسلہ نسب سادات حسینی کی زیدی الترمذی والی شاخ سے ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت زید شہیدؒ ترمذ سے آکر قصبہ سیانہ ضلع کرنال میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کے چار صاحبزادے تھے جن میں سے ایک صاحبزادے قصبہ گوہلہ تحصیل کیتھل ضلع کرنال میں قیام پذیر ہوئے اور انہی کی اولاد میں سے حضرت شاہ صاحب تھے۔ دوسرے صاحبزادے مالوہ کی طرف چلے گئے جن کی اولاد امجاد میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ تھے۔

قصبہ گوہلہ صحیح العقیدہ سُنّی سادات کی بستی تھی۔ حضرت شاہ صاحب کا خاندان نسبی شرافت و فضیلت کے ساتھ ساتھ علم و فضل میں بھی ممتاز تھا، اور نمبرداری، قاضی وغیرہ معزز عہدے آپ ہی کے خاندان کو حاصل تھے۔ لیکن دولت کی فراوانی اور عیش و عشرت کی زندگی کی وجہ سے آہستہ آہستہ دینی و علمی رجحان کم ہوتا گیا۔

وقت رکھ دی تھی۔ آپ نے مڈل تک تعلیم حاصل کرکے موضع جڑانا ضلع کرنال کے پرائمری سکول میں ملازمت کرلی۔ اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اسی زمانے میں حضرت شاہ صاحب

میں ملازم تھے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے آپ کو حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی علیہ الرحمۃ کی کتابیں پڑھنے کے لیے دیں۔

اسلام الدین صاحب کے ذریعہ شیخ طریقت

کی مولانا اسلام الدین صاحب سے جو پولیس

میری ذمّہ داری

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالےٰ نے جتنی نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ہرگز ہرگز اپنے آپ کو آپ میں سے کسی سے بہتر نہیں سمجھتا ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں یہ میرا حال ہے یہ نعمت مجھے اللہ کے فضل اور اپنے بزرگوں کی برکت سے نصیب ہوئی ہے اللہ تعالےٰ میرے اُن

(باقی ۱۰ پر)

حضرت خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری قدس سرہٗ تک رسائی حاصل ہوئی اور ۱۹۳۲ء میں باقاعدہ شرف بیعت کرلیا۔ اور انہی دنوں حضرۃ شاہ صاحب نے پنجاب سے فاضل کا امتحان پاس کیا۔

حضرت شاہ صاحب نے حضرت خواجہ محمد سعید قریشی احمد پوری قدس سرہٗ سے بیعت حاصل کرنے کے بعد بہت تیزی کے ساتھ منازل سلوک طے کئے۔ جب حضرت خواجہ محمد سعید قریشی نے آپ کے سلوک کی تکمیل ملاحظہ فرمائی تو اپنے شیخ حضرت خواجہ فضل علی مسکین پوریؒ کی خدمت میں ایک عریضہ دے کر بھیجا۔ چنانچہ آپ کئی دن حضرت مسکین پوریؒ کی خدمت میں رہے پھر حضرت مسکین پوری نے اس عریضہ کا جواب دیا اور وہ مکتوب لے کر حضرت خواجہ محمد سعید قریشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو سندِ خلافت عطا فرمائی۔ تب آپ کو معلوم ہوا کہ اس خط و کتابت میں کیا تھا۔ وہ سندِ خلافت موجود ہے لیکن اس میں سنہ درج نہیں۔ چونکہ خواجہ فضل علی قدس سرہٗ کا ۱۹۳۵ء میں انتقال ہوا اس لیے مندرجہ بالا واقعہ کی تاریخ کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

مولانا سر رحیم بخش صاحبؒ وزیراعظم ریاست بہاول پور حضرت شاہ صاحبؒ کے ہم وطن تھے۔

اس لیے آپ ان کی ملازمت سے خان بہادر حاجی رشید احمد بندوق والوں کی خدمت میں دہلی تشریف لے گئے۔ حاجی صاحب بہت نیک سیرت اور با اثر شخصیت تھے۔ انہوں نے حضرۃ شاہ صاحب کو میونسپلٹی کے ایم بی سکول میں بحیثیت عربی و فارسی ٹیچر لگوا دیا۔ اسی زمانے میں حضرت شاہ صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب سے خوشنویسی سیکھی اور مولانا کفیل احمد صاحب سے عربی پڑھی۔ اور جب بھی وقت ملتا مدرسہ امینیہ میں تشریف لے جاتے اور درس میں شامل ہو جاتے۔ اور بعض دقائق کو حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم علیہ الرحمۃ سے براہ راست حل فرما لیتے۔

میٹرک کے امتحان کے بعد جس کی سند پر مارچ ۱۹۴۴ء درج ہے حضرت خواجہ محمد سعید قریشی دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ واپسی پر حضرت شاہ صاحب سے فرمایا کہ حضرۃ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اب مزید امتحان نہ دیں اور دینی کاموں میں لگ جائیں۔ غالباً اسی زمانے میں حضرت خواجہ محمد سعید قریشی کی فرمائش پر حضرت شاہ صاحب نے "عمدۃ السلوک" تالیف کر کے خود کتابت فرمائی اور عربی عبارتیں راقم الحروف سے کتابت کروائیں۔ چونکہ اس وقت راقم الحروف "اعلیٰ کتب خانہ" کے نام سے کام کر رہا تھا اس لیے حضرت شاہ صاحب نے عمدۃ السلوک اعلیٰ کتب خانہ قرول باغ دہلی کے پتہ پر ہی پہلی مرتبہ شائع کی جو آج بھی عاجز کے پاس موجود ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے اس کے بعد حضرۃ شاہ صاحب نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر ۱۹۴۴ء ہی میں حضرت خواجہ محمد سعید قریشی نے پاکپتن میں رحلت فرمائی اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

تقسیم ہند تک حضرت شاہ صاحب کا قیام دہلی ہی میں تھا۔ اور آپ کے اہل خانہ گوہلہ میں تھے گوہلہ سے یہ حضرات اپنے عزیزوں کے ہمراہ بڑی دشواریوں کے بعد بہاول پور پہنچے اور خیر پور ٹامیوالی میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب کو جب اطلاع ملی کہ متعلقین خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاول پور پہنچ گئے ہیں تو حضرت موصوف بھی پاکستان تشریف لے آئے اس وقت بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ سابق تجربات و سندات کی بنا پر کسی سکول میں لگ جائیں لیکن حضرت نے یہ مشورہ پسند نہ فرمایا، بلکہ یہاں پہنچ کر سب سے پہلے قرآن شریف حفظ کیا۔ اور کئی بار تراویح میں قرآن کریم سنایا۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ پھر جب حضرت شاہ صاحب کے صاحبزادے کراچی میں ملازم ہو گئے تو حضرت موصوف بھی کراچی آ گئے یہاں پہنچ کر تصنیف و تالیف پر مزید توجہ فرمائی چنانچہ عمدۃ الفقہ جلد اول مشتمل کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ کے ایک سو بیس صفحات تالیف کے ساتھ ساتھ کتابت بھی فرمائے۔ بعدہ راقم الحروف کے حوالہ کر دیئے اور عاجز نے کتابت مکمل کر کے اسکو ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ پھر عمدۃ الفقہ کتاب الصلوٰۃ ۱۹۶۶ء میں اور عمدۃ الفقہ کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم ۱۹۶۹ء میں کتاب الحج ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئیں۔

چونکہ عمدۃ الفقہ میں جزئیات کی تفصیلات اور ائمہ کے اختلافات کی بحثیں تھیں اس لیے یہ کتاب علماء و مفتی حضرات کے لیے تو مفید ہے لیکن عوام کے لیے نہیں۔ لہٰذا حضرت شاہ صاحب نے عوام کی سہولت کے پیش نظر ان کا خلاصہ "زبدۃ الفقہ" کے نام سے مرتب فرمایا۔ اس کے بھی تین حصے شائع ہو چکے ہیں۔ یعنی کتاب الایمان۔ کتاب الطہارۃ۔ کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم۔ چوتھا حصہ کتاب الحج بھی انشاء اللہ جلد شائع کر دیا جائے گا۔ اسی دوران میں "حیات سعیدیہ" اپنے شیخ کے حالات میں اور اپنے شیخ کے شیخ حضرت خواجہ فضل علی قریشی کے حالات میں "مقامات فضلیہ" مرتب فرمائی۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ضخیم اور جامع سوانح بھی "حضرت مجدد الف ثانی" کے نام سے مرتب کی۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی سوانح بھی۔ مرتب فرمائی جو آجکل زیر طبع ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے بعض کتابوں کے ترجمے بھی کئے جن میں قابل ذکر مجدد الف ثانی کے رسائل مبداء معاد اور معارف لدنیہ کا اردو ترجمہ ہے۔ نیز حضرۃ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ فرمایا اور یہ سب کتابیں ادارہ مجددیہ ناظم آباد ۳ کراچی سے شائع ہو چکی ہیں۔

اب ہم حضرت شاہ صاحب کی ان تالیفات کا تعارف کراتے ہیں جن کا عوام کو تو کیا خواص کو بھی علم نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے جب عمدۃ الفقہ کتاب الزکوٰۃ کی تالیف شروع کی تو ساتھ ہی ساتھ اس کو عربی زبان میں بھی منتقل فرما دیا۔ اور اسی طرح کتاب الصوم، کتاب الحج بھی بزبان عربی تالیف کیں۔ چونکہ عمدۃ الفقہ کتاب الطہارۃ پہلی مرتبہ میں بہت مختصر تھی اس لیے اب اس کو بالتفصیل مرتب فرما رہے تھے۔ اور حسب سابق اس کو بھی عربی زبان میں تیار کر رہے تھے۔ وہ عربی اور اردو دونوں زبانوں کی نامکمل رہ گئی۔ چونکہ مزاج میں اخفاء بہت تھا اس لیے ان تالیفات کا کسی کو علم نہ ہو سکا۔ ان کی طباعت بھی زیر غور ہے تعجب ہوتا ہے کہ معتقدین و مریدین کی بکثرت آمد و رفت کے باوجود حضرت شاہ کس وقت تالیف کا کام کرتے تھے۔ عاجز کے نزدیک حضرت کی یہ ضخیم تالیفات ہی حضرت کی کرامات

ملاوٹ
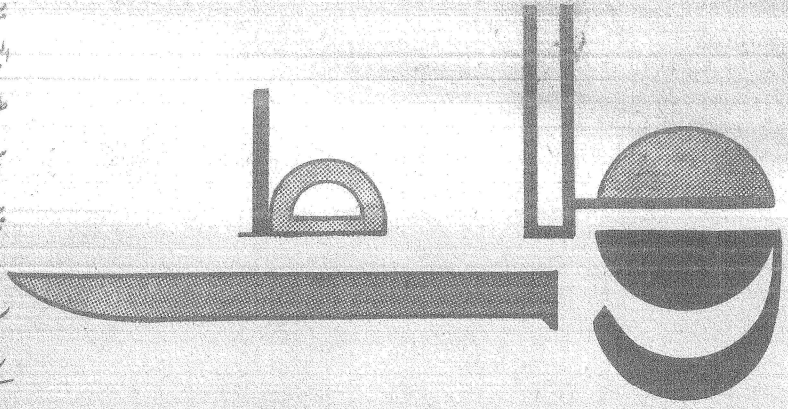
حکیم محمد سعید

تجارت میں دھوکے اور فریب کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ بُری چیز کو اچھا کہہ کر فروخت کیا جائے یعنی خراب مال دیا جائے مگر دام پورے وصول کئے جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مال کا عیب چھپایا جائے اور خریدار پر ظاہر نہ ہونے دیا جائے کہ اس میں یہ نقص ہے۔ بعض چیزوں میں ایسی خرابیاں ہوتی ہیں جو بظاہر دکھائی نہیں دیتیں لیکن استعمال کرنے سے ان کا پتہ چل جاتا ہے۔ اچھا تاجر خریدار کو یہ بتا دیتا ہے کہ اس میں یہ خرابی ہے، بُرا تاجر عیب کو چھپاتا ہے۔ اور اپنی لفاظی سے مال کو بے عیب ثابت کرتا ہے۔ تجارتی فریب کی ایک شکل کم تولنا بھی ہے۔ باٹ کم رکھنا یا ترازو کے پلڑے کو جھکا دینا تاکہ تول پورا نہ ہو کم تولنے کی ترکیبیں ہیں۔ ایک اور طریقہ جو دھوکے باز تاجر استعمال کرتے ہیں دام زیادہ لینا ہے یعنی بھاؤ سے زیادہ قیمت وصول کرنا۔ اسی ضمن میں چور بازاری یا بلیک مارکیٹنگ بھی آتی ہے جب کسی مال کی کھپت زیادہ ہو اور رسد کم ہو تو اس کے منہ مانگے دام وصول کرنا۔ چور بازاری کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ ذخیرہ اندوزی بھی تجارتی بد اعمالی کی ایک بد ترین شکل ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عام ضرورت کی کسی چیز کو چھپا دیا جائے اور فروخت روک کر اس کا ذخیرہ جمع کیا جائے تاکہ اس چیز کی قلت پیدا ہو اور وہ لوگوں کو دستیاب نہ ہو سکے۔ اس قلت کو مصنوعی قلت کہتے ہیں۔ ان کے نتیجہ میں ضرورت مند لوگ مجبور ہو کر زیادہ قیمت دینے پر رضامند ہو جاتے ہیں اور زیادہ داموں کے علاوہ تاجر کی خوشامد بھی کرتے ہیں تاکہ وہ کسی طرح وہ چیز ان کو فراہم کر دے۔ کسی خاص موقع پر قیمتیں بڑھا دینا بھی تجارتی بد دیانتی کی ایک قسم ہے۔ کسی خاص موسم میں یا تہوار کے موقع پر یا رمضان میں اور عیدین سے پہلے بہت سی چیزوں کی قیمتیں بڑھا دی جاتی ہیں۔ منافع خور تاجر جانتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر لوگ خریداری پر مجبور ہوتے ہیں اس لیے جتنے دام مانگے جائیں گے طوعاً و کرہاً دیں گے۔ ان تجارتی بد اعمالیوں میں ملاوٹ بھی شامل ہے۔ ملاوٹ ایک اعتبار سے تجارت کا بد ترین طریقہ ہے اور اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ ان نقصانات پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ ملاوٹ سے کیا مُراد ہے۔ ملاوٹ کا اصطلاحی مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی کسی چیز میں کوئی ایسی چیز ملا دی جائے جو اصل چیز سے ظاہری طور پر ملتی جلتی ہو۔ لیکن سستی اور کم قیمت ہو۔ چاہے اس کے خواص اور اثرات اصل چیز سے مختلف ہوں، کتنے ہی مختلف بلکہ متضاد ہوں۔ ملاوٹ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اصل میں نقل ملا کر اصلی چیز کے دام وصول کئے جائیں۔ خریدار کو یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ چیز اصلی اور خالص ہے اور اس میں کسی قسم کا میل نہیں ہے اور اس طرح معقول قیمت وصول کر لی جاتی ہے۔ تجارتی فریب کے جتنے بھی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ان میں سے جن چند کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔ سخت ناپسندیدہ، غلط، نقصان دہ اور معاشرے کے لیے مضر ہیں۔ ان میں سے کوئی طریقہ اچھا اور کسی مہذب سوسائٹی کے شایانِ شان نہیں ہے یہ سب طریقے کوتاہ اندیشی اور حرص و آز کا نتیجہ ہیں۔ خصوصاً ایک مسلم معاشرے کے لیے تو یہ طریقے انتہائی شرمناک ہیں۔ مسلمان کی حیثیت سے دیانت اور امانت ہماری نمایاں خصوصیت ہونا چاہیے۔ ایک سچا مسلمان اتنا قابلِ اعتماد ہوتا ہے کہ دشمن بھی اس کی سچائی اور ایمانداری پر بھروسا کر سکتے ہیں۔ ایک مسلمان کبھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ جعل اور فریب مسلمان کے مزاج کے خلاف ہے۔ قرآن حکیم کا واضح ارشاد ہے:

ولا تبخسوا الناس اشیاءھم

(الاعراف - ۸۵)

یعنی "اور لوگوں کو ان کی چیزیں ناقص کر کے نہ دیا کرو۔"

مسلمان تاجر بہترین تاجر ہوتا ہے، وہ کھرا اور بے عیب مال فروخت کرتا ہے، اگر کوئی خامی ہوتی ہے تو صاف کہہ دیتا ہے۔

اس کو یہ پسند نہیں ہوتا کہ اپنے مال کے عیب کے بارے میں خاموش رہے۔ وہ صفائی کے ساتھ اس کا اظہار کر دیتا ہے تاکہ خریدار دھوکے میں نہ رہے اور سوچ سمجھ کر خریدے اور خریداری کے بعد نہ پچھتائے۔

مسلمان تاجر کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا اور وہ اپنے ایسے نفع سے نقصان کو بہتر سمجھتا ہے جس میں دوسروں کا نقصان ہو۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "دھوکے باز بخیل اور احسان جتلانے والا آدمی جنت میں نہ جاسکے گا۔"

ملاوٹ ایک ایسا عمل ہے جس کے اثرات غیر محدود ہوتے ہیں۔ صرف تاجر اور خریدار تک اس کے اثرات محدود نہیں ہوتے، بلکہ اس کے مضر اثرات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ معاشرے میں خود تاجر بھی شامل ہے اور بالآخر اس کے نقصانات اس تاجر کو بھی بھگتنے پڑتے ہیں۔ دوسری سماجی برائیوں کی طرح یہ برائی بھی متعدی ہوتی ہے اور ایک سے دوسرے کو لگتی ہے۔ اگر ایک تاجر دودھ میں ملاوٹ کرتا ہے تو دوسرا مرچوں میں۔ دودھ بیچنے والا جب مرچیں خریدتا ہے تو اس کو خالص مرچیں نہیں ملتیں اس طرح ملاوٹ سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔

ملاوٹ سے معاشرہ کو تین قسم کے نقصانات ہوتے ہیں

(۱) مالی نقصانات (۲) صحی نقصانات (۳) سماجی نقصانات

مالی نقصانات تو ظاہر ہیں اور ان کا اندازہ خریدار کو فوراً ہی ہو جاتا ہے۔ صحی نقصانات مقابلتہً آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے ہیں [illegible] غذائیں کھانے سے صحت پر بہت خراب اثر پڑتا ہے۔ طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ خاص طور پر نظام ہضم پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور ہاضمہ کی خرابی سے پورا جسمانی نظام متاثر ہوتا ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں اعصابی اور ذہنی نظام بھی مختل ہو جاتا ہے اور ان تمام خرابیوں کا ذمہ دار ملاوٹ کرنے والا تاجر ہوتا ہے۔ اس تاجر کی منافع اندوزی کے کتنے ہی افراد کو صحت جیسی نعمت سے محروم کر دیتی ہے۔ افراد سے خاندان متاثر ہوتے ہیں اور اس طرح بے شمار افراد مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔

سماجی نقصانات میں باہمی اعتماد کا مجروح ہو جانا سرفہرست ہے۔ سماج کی بنیاد باہمی [illegible] ہوتی ہے۔ اعتماد سے محروم سماج سکون و اعتماد سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ ملاوٹی اشیا کی خرید و فروخت کسی سماج کے افراد کو ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے سے روکتی ہے۔ اور مایوسی اور بددلی پیدا کرتی ہے جو سماجی ترقی کے لیے زہر ہلاہل کا حکم رکھتی ہے۔

دوسرا سماجی نقصان بددیانت لوگوں کی مالی آسودگی اور دیانت دار اور دیانت پسند افراد کی تنگ دستی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں سماجی ناہمواری پیدا ہوتی ہے۔

اسی لیے مسلمانوں کو ہر اس فعل سے روکا گیا ہے جس سے باہمی اعتماد مجروح ہوتا ہے اور جس کے نتیجے میں ایک کا فائدہ دوسرے کا نقصان ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں باری تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ:-

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔

یعنی "آپس میں ایک دوسرے کا مال جھوٹ اور فریب سے نہ کھاؤ"

ملاوٹ کے نقصانات اور تباہ کن اثرات کو دیکھتے ہوئے اس کو ختم کرنا ہر شخص پر فرض ہو جاتا ہے۔ جب یہ برائی معاشرے میں جڑ پکڑ لے اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے تو اس کو ختم کرنے کے لیے منظم کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت کا تو یہ فرض ہے ہی کہ وہ قانون اور قوت سے کام لے کر معاشرے کو اس وبا سے نجات دلائے، لیکن ملت کا بھی فرض ہے کہ وہ نہ صرف خود اس برائی سے بچے اور حکومت کے دیانت دار فرض شناس ملازمین سے بھرپور تعاون کرے بلکہ جو ملازمین فرض شناس اور کارگزار نہ ہوں ان کو اپنے عمل سے مجبور کرے کہ وہ اپنا فرض ادا کریں۔ اور ملاوٹ کے مجرموں کا قانون کے تحت سختی سے مواخذہ کریں۔ آپ چاہے عام شہری ہوں یا سرکاری ملازم، تاجر ہوں یا خریدار، طالب علم ہوں یا معلم، صحافی ہوں یا وکیل ملاوٹ کرنے والوں سے ہرگز تعاون نہ کریں۔ اس عدم تعاون میں آپ کو تکلیف برداشت کرنا پڑے تو بخوشی کریں، تکلیف کے بغیر راحت نہیں ملتی۔ جانتے بوجھتے ملاوٹی اشیاء خریدنا بھی ملاوٹ کرنے والوں سے تعاون کرنے کے برابر ہے۔ اگر آپ کو کوئی جاننے والا تاجر ملاوٹ کرتا ہو تو اس پر اخلاقی دباؤ ڈالیے کہ وہ اس فعل بد سے باز آجائے اگر آپ کا کوئی دوست حکومت کے اس محکمے میں ملازم ہو جس کا کام ملاوٹ کا انسداد کرنا ہے اور وہ ملازم رشوت لے کر یا کاہلی کی بنا پر تاجروں پر سختی نہ کرتا ہو تو آپ اس کو سمجھایئے اور اس کے

(باقی ۲۶ پر)

★ علم بغیر عمل وبال ہے اور عمل بغیر علم گمراہی ہے۔ (ارشادِ نبویؐ)

★ علم عمل کو آواز دیتا ہے، پس اگر وہ جواب دے تو ٹھہرتا ہے ورنہ کوچ کر جاتا ہے (ارشادِ نبویؐ)

★ جو شخص تلاشِ علم میں نکلا وہ واپسی تک گویا اللہ کی راہ پر چلتا رہا۔ (ارشادِ نبویؐ)

★ خدا کا خوف اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان پر علم و حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (ارشادِ نبویؐ)

★ عالم بے عمل کی مثال ایسی ہے، جیسے اندھے نے چراغ اٹھایا ہو کہ لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور وہ خود اندھیرے میں رہتا ہے (مواعظ حضرت عیسیٰؑ)

★ علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا بخلاف مال کے (حضرت صدیق اکبرؓ)

★ شریف جب علم پڑھتا ہے متواضع ہو جاتا ہے۔ کمینہ جب علم حاصل کرتا ہے تو متکبر ہو جاتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ

★ طالب دین عمل میں زیادتی کرتا ہے اور طالب دُنیا علم میں (حضرت صدیق اکبرؓ)

★ عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار اور علم بغیر عمل کے عقیم و بے کار ہے۔ (صدیق اکبرؓ)

★ قبل اس کے کہ بزرگ بنو، علم حاصل کرو۔ (فاروق اعظمؓ)

★ جب تم کسی صاحب علم کو دنیا کی طرف مائل دیکھو تو سمجھ لو کہ دین کے بارے میں وہ قابلِ الزام ہے، کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا خواہاں ہوتا ہے اسی کی دُھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے (فاروقِ اعظمؓ)

★ جب عالم کو لغزش ہوتی ہے تو اس سے ایک عالم لغزش میں پڑ جاتا ہے (فاروق اعظمؓ)

★ طالب دُنیا کو علم پڑھانا راہزن کے ہاتھ تلوار فروخت کرنا ہے۔ (فاروق اعظمؓ)

★ ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھیں اور ضائع ہے وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔ (عثمان غنیؓ)

★ علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے اور عمل بغیر علم کے فائدہ نہیں بخشتا۔ عثمان غنیؓ

★ علم بے عمل ایک آزار ہے اور عمل بغیر اخلاص بے کار ہے۔ (حضرت علیؓ)

★ علماء اس لیے غریب و بے کس ہیں کہ جاہل لوگ زیادہ ہیں جو ان کی قدر نہیں سمجھتے (حضرت علیؓ)

★ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ (حضرت علیؓ)

★ جو لوگ تجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں ان سے حاصل کر، اور جو نادان ہیں ان کو اپنا علم سکھا۔ (حضرت علیؓ)

★ جس شخص کو علم غنی اور بے پروا نہیں کرتا وہ مال سے بھی کبھی مستغنی نہیں ہو سکتا (حضرت علیؓ)

★ علم کی خوبی اس پر عمل کرنے میں اور احسان کی خوبی اس کے نہ جتلانے پر منحصر ہے۔ (حضرت علیؓ)

★ جس شخص کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہو جاتا ہے وہ اس کے لیے وبال بن جاتا ہے (حضرت علیؓ)

★ صاحب علم اگرچہ حقیر حالت میں ہو اسے ذلیل نہ سمجھ اور بے وقوف اگر بڑے رتبے پر ہو اسے بڑا مت خیال کر۔ (حضرت علیؓ)

★ تھوڑا علم فسادِ عمل کا موجب ہے اور صحت عمل صحت علم پر منحصر ہے۔ (حضرت علیؓ)

★ لوگوں کو طلب علم میں صرف اس وجہ سے بے رغبتی پیدا ہو گئی ہے کہ بہت سے عالم ایسے نظر آتے ہیں جو اپنے علم پر عمل کم کرتے ہیں۔ (حضرت علیؓ)

★ ایک دفعہ کسی نے حضرت علیؓ سے دریافت کی کہ ہم دس آدمی ہیں اور سوال ایک ہی ہے۔ مگر جواب الگ الگ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں کہو۔ اس نے یہ سوال پیش کیا "علم بہتر ہے یا مال" آپ نے اس طرح جواب دینا شروع کیا

(۱) علم اس لیے کہ مال کی تجھے حفاظت کرنا پڑتی ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

(۲) علم :- اس لیے کہ مال فرعون و ہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے۔

(۳) علم :- اس لیے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم ترقی کرتا ہے۔

(۴) علم :- مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے مگر علم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

(۵) علم :- مال کو ہر وقت چوری کا کھٹکا ہے، علم کو نہیں۔

(۶) علم :- صاحب مال کبھی بخیل بھی کہلاتا ہے، مگر صاحب علم کریم ہی کہلاتا ہے

(۷) علم :- اس سے دل کو روشنی ملتی ہے اور مال سے دل تیرہ و تار ہو جاتا ہے

(۸) علم :- کثرت مال سے فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر کثرت علم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما عبدناک حق عبادتک کہا

(۹) علم :- مال سے بے شمار دشمن پیدا ہوتے ہیں، جب کہ علم سے ہر دلعزیزی پیدا ہوتی ہے۔

(۱۰) علم :- قیامت کے روز مال کا حساب ہوگا۔ مگر علم پر کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (تلک عشرۃ کاملہ)

★ دنیا پیٹھ موڑ رہی ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے۔ تم آخرت کے چاہنے والے بنو۔ دنیا کے چاہنے والے نہ بنو۔ (حضرت علیؓ)

★ آج کا دن کام کا ہے، حساب کا نہیں۔ کل کا دن حساب کا ہوگا، کام کا نہیں (حضرت علیؓ)

★ سعید وہ ہے جس کا دل عالم ہو، اور بدن صابر ہو اور موجودہ پر قانع رہے (امام جعفر صادقؒ)

★ تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا اور عمل کرنا اور پھر دوسروں کو سکھانا ہے (امام جعفر صادقؒ)

★ طلب علم صلوٰۃ نوافل سے افضل ہے (امام شافعیؒ)

★ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں تمہارے تین باپ ہیں ایک وہ جو تمہاری پیدائش کا سبب بنا۔ دوسرا وہ جس نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی۔ تیسرا وہ جس سے تم نے دولت علم حاصل کی اور ان میں بہترین باپ تمہارا استاد ہے۔

★ عالم بے عمل گدھ کی مانند ہے جو آسمان پر اڑتا ہے مگر زمین پر مردار کھاتا ہے۔

★ علم ایک ایسا پودا ہے جسے دل و دماغ کی سرزمین میں لگانے سے عقل کے پھل لگتے ہیں۔

★ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک عالم شخص شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے اور عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر۔

★ عالم وارث انبیاء ہیں۔ اور انبیاء کی میراث نہ دینار تھا نہ درہم بلکہ ان کی میراث علم تھی۔ پس جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت حصہ حاصل کیا۔

★ حکمت کی بات جسے تم نے سنا اور یاد کر لیا۔ پھر اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اسے بھی سکھا دی، ایسا ایک عمل سال بھر کی عبادت کے برابر ہے۔ (حدیث نبویؐ)

★ جو شخص علم حاصل کرنے کا خواہشمند ہو وہ پہلے یہ طے کر لے کہ آیا علم حاصل کرنے سے اس کا مقصد کیا ہے اگر صرف فخر و مباہات اور نمائش کے لیے پڑھتا ہے تو یاد رہے کہ وہ اپنا دشمن ہے۔ اور اگر علم سے جہالت کا دور کرنا ہے اور دوسروں کو پہنچانا اور خدائے برتر کی رضا جوئی مقصود ہے، اور ظاہری نمائش منظور نہیں تو سبحان اللہ (امام غزالیؒ)

★ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم تو نور خدا ہے جو گنہگاروں اور بدبختوں کو نہیں دیا جا سکتا۔

★ دنیا میں سب سے بڑی بدبختی جہالت اور علم سے محرومی ہے۔

؎ ہدایت کی مشعل ہیں علم و ہنر
جہالت ہے خطرہ جہالت سے ڈر

★ حضرت ربیعۃ الرائےؒ وہ بزرگ تھے جن کے شاگرد حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام حسن بصریؒ تھے۔ آپ کے والد فوج میں ملازم تھے اور گھر خرچ بھیجتے رہتے تھے

پورے ستائیس برس بعد واپس آئے تو دیکھ
کہ مسجد میں ایک خوبرو نوجوان درس
دے رہا ہے۔ دل میں تمنا پیدا
ہوئی کہ کاش یہ میرا بیٹا ہوتا،
گھر آئے تو بیوی سے پوچھا وہ
تیس ہزار اشرفیاں کہاں ہیں؟ انہوں
نے کہا کہ سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں،
اتنے میں ان کے صاحبزادے حضرۃ
ربیعۃ الرائے تشریف لے آئے
بیوی نے فوراً کہا وہ تمہاری
تیس ہزار اشرفیاں آگئی ہیں جو میں
نے سب، ان کی تعلیم پر صرف
کر دی ہیں۔ باپ یہ سن کر بڑا
مسرور ہوا۔ اور بیوی کے اس
ذوقِ علم اور کوشش پر اسے
مبارک باد کہی۔

بقیہ :-

یادِ رفتگان

ہیں اس لیے کہ لوگ رہتی دنیا تک ان سے
مستفیض ہوتے رہیں گے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ زیارت حرمین
شریفین اور حج کی سعادت سے بھی کئی بار
مشرف ہوئے۔ آپ نہایت کم سخن، بردبار
حلیم الطبع اور خوش خُلق انسان تھے۔ صحت بہت
اچھی تھی۔ لیکن چھ سات ماہ سے تمام جسم متورم ہو
گیا تھا۔ جو دو مرتبہ علاج سے اتر بھی گیا مگر تیسری
دفعہ اس قدر ہوا کہ آخر وقت تک کم نہ ہو سکا
تقریباً زیادہ تکلیف رہی لیکن نماز کبھی ترک
نہ کی۔ آخر بروز منگل ۲۲ رمضان ۱۴۰۰ھ
بمطابق ۵ اگست ۱۹۸۰ء کو صبح آٹھ بجے اس
دنیائے فانی سے رحلت فرما کر عالم بقا تشریف لے
گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

حضرت شاہ صاحب کے پسماندگان میں
بکثرت مریدین و معتقدین کے علاوہ حضرت
کی اہلیہ صاحبہ ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی
ہیں۔ دونوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ گرامی قدر
صاحبزادے ماشاءاللہ حافظ، قاری ہیں اور ٹیلیفون
انڈسٹری پاکستان میں انجنیئر ہیں۔

حضرت صاحب موصوفؒ نے پانچ حضرات
کو خلافت عطا فرمائی جن میں دو حضرات، حضرت
صوفی محمد احمد اور حضرت ماسٹر عبدالکریم علیہ الرحمۃ
انتقال فرما چکے ہیں۔ اور حضرت ڈاکٹر محمد احمد صاحب
کوٹ مومن ضلع سرگودہا۔ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ
خاں پروفیسر سندھ یونیورسٹی حیدرآباد۔ اور حضرت
ڈاکٹر عبدالرحیم ۔ یہ حضرات سلسلہ عالیہ مجددیہ
کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہیں۔ حق سبحانہٗ و
تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کے اس مشن کو جاری و ساری
رکھے۔ آمین اور ہم کو مزید نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

کر گذریں جن کی ایمان اور اسلام
کبھی اجازت نہیں دیتے — ایسے
لوگ ظاہر ہے کہ ایک دن — اور
یاد رکھیں کہ قیامت سے پہلے
وہ دن دنیا میں ہی آ جاتا ہے۔
بربادی کا شکار ہوتے ہیں جیسا کہ
تاریخ ہمارے سامنے ہے لیکن ایسا
کیوں ہوا؟ اس میں خود ان کی
اپنی بداعمالیوں کو دخل ہے —
اللہ تو سب کا ہے وہ سب کا
رب اور سب کے حق میں غفور
اور رحیم ہے لیکن جب ایک
شخص کو خوشبو کے بجائے گندگی
سے پیار ہو جاتے تو آپ زبردستی
اس کو خوشبو نہیں سونگھا سکتے۔
بعینہٖ خالق کائنات نے ہر چند چاہا
کہ بندے راہ راست پر آ جائیں۔
لیکن جب ایسا نہیں ہوتا تو پھر
عذاب سے بچنا بہت مشکل ہو جاتا
ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو اس آیت
میں خطاب ہے کہ خدا تمہیں عذاب
دے کر راضی نہیں۔ اس کا اس
میں کیا فائدہ؟ یہ تو تمہارے اپنے
کرتوت ہیں۔ اے کاش! تم نے
ایمان و شکرگذاری کی راہ اختیار کی
ہوتی تو تم اللہ کے غیظ و غضب،
سے بچ جاتے — لیکن انسان
کی بدقسمتی کا ماتم نہ کیا جائے تو
کیا کیا جائے کہ وہ ایسے مربّی و
محسن خدا کے آستانہ قدس سے دُور
اور نفور ہے، جھکنے پہ آئے گا تو
بے جان مورتی کے سامنے جھک جائے
اور نہ جھکے تو اس حد تک سرکش
ہو جائے لیکن یہ سرکشی جو رنگ
لاتی ہے اس سے تاریخ کے اوراق
بھرے پڑے ہیں۔

آج جب کہ ہم اپنی ملّی
زندگی کے چودہ سو سال پورے کر
رہے ہیں — ذرا اپنا محاسبہ کریں۔
کہ ہم نے اپنے پیدا کرنے والے کے
حقوق کس حد تک ادا کئے؟

آئندہ جمعہ انشاء اللہ تعالیٰ
اس سلسلہ میں ذرا مفصّل گفتگو ہوگی۔
اللہ تعالےٰ جذبۂ تشکّر سے
سرفراز فرمائے۔
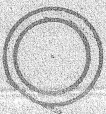
ترقی کا صحیح راستہ

(ڈاکٹر محمد آصف قدوائی ایم۔ اے، پی۔ ایچ، ڈی)

ترقی کا مفہوم

اصل موضوع پر کلام کرنے سے پہلے یہ بہتر ہوگا کہ ہم ترقی کے مفہوم کی بابت اپنے ذہنوں کو صاف کر لیں کیونکہ ہمارے اس خوف اور لالچ کے برق رفتار عہد نے مختلف قدروں ہی میں اہم تبدیلیاں نہیں کر دی ہیں بلکہ اکثر الفاظ کے قالبوں میں نئے نئے معانی ڈال کر بقول غالب خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد رکھ دیا ہے۔ ہم کہتے کچھ ہیں اور ہمارا ذہن کسی اور طرف منتقل ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں ہمارے خیالوں میں پراگندگی اور سوچنے اور سمجھنے کے طریقہ میں کجی پیدا ہوتی ہے۔

یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ ترقی کے معنی آگے بڑھنے کے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کس طرف؟ ہم کس شخص یا کس قوم کو ترقی یافتہ کہہ سکتے ہیں؟ ہمارا زمانہ مغرب سے مرعوبیت کا زمانہ ہے اور اگرچہ اب مشرقی قومیں بھی اپنے صدیوں کے خواب سے چونک کر غلامی کی زنجیریں توڑ کر اپنے گرد و پیش کو تھوڑی بہت تنقیدی نظروں سے دیکھنے لگی ہیں، مگر عام حالت اب بھی یہی ہے کہ جو سکے مغربی تہذیب ڈھال کر بھیج دیتی ہے وہ بلا تکلف ہمارے یہاں رائج ہو جاتے ہیں اور ہم کھرے کھوٹے میں فرق کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

مادہ پرستی

مغرب کا ذہن تمام تر مادہ پرست ہے اور اسے ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ یہ ثمرہ ہے رومن تہذیب کا اور رومن تہذیب کی بنیاد قدیم یونانی تہذیب پے رکھی تھی جو مادی ترقی اور حظِ نفس کو مقصود بالذات سمجھتی تھی چنانچہ اس کی تعمیر ہی میں ہوس کی خرابی مضمر ہے۔

مغربی تمدّن

مغربی تمدن میں اولاً تو دینی شعور ہے ہی نہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو وہ زمانہ کے آگے چلنے کے بجائے اس کے پیچھے چلتا ہے۔ اس تمدن کی بنیاد ابتدا میں سائنس اور صنعت و حرفت اور سیاسی جمہوریت پر رکھی گئی تھی لیکن اس کی نشو و نما تغلب و استعمار اور کمزور قوموں پر ظلم و استبداد کے ذریعے حاصل کی ہوئی دولت سے ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اور پھر جوں جوں ترقی ہوتی گئی تن آسانی اور عیش پرستی کی تمام باتیں اس کا جز بنتی گئیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ عیاشی اور نمود نے اتنا فروغ پایا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی خصائل تباہ ہوتے جا رہے ہیں لیکن اس کے شیدائی یہ نہیں دیکھتے کہ روحانی عنصر نہ ہونے کی وجہ سے مغربی تمدن کس تیزی سے ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔

ایڈورڈ گبن نے تاریخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "تاریخ دراصل جرموں، غلطیوں اور نوعِ انسانی کی بدنصیبیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے"۔ ہم بغیر کسی تصرف یا غلط بیانی کے یہی تعریف مغربی تمدن کی تاریخ پر بھی چسپاں کر سکتے ہیں۔ دو عظیم جنگیں، فسطائیت، ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور نہ جانے کتنے دوسرے فتنے اس کے بطن سے پیدا ہو چکے ہیں۔

مادی اور روحانی، دونوں پہلوؤں کی ترقی،

ان سطور سے ہمارا مقصد مادی ترقی کی نفی کرنا نہیں ہے صرف یہ دکھانا ہے کہ اگر دنیاوی ترقی روحانی اور اخلاقی شعور کے ماتحت نہ ہو تو وہ کس درجہ خطرناک اور موجب خطرات بن جاتی ہے۔

جس طرح انسان میں جسم اور روح کا امتزاج ہے اسی طرح اس کی ترقی کے بھی مادی اور روحانی دو پہلو ہیں اور دنیاوی ترقی اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جب اسے اطاعتِ الٰہی کے زیرِ سایہ حاصل کیا جائے۔

جو تمدن ان دونوں میں سے کسی ایک کا ساتھ چھوڑ دے وہ غیر معتدل اور ناقص ہے صحیح تمدن وہی ہے جو دونوں کے مطالبوں اور تقاضوں کو تسلیم کرے اور ان میں عدل کرے اور اپنے سامنے یہ نصب العین رکھے کہ:-

انسان سے مادہ کے ڈھیر کو انسانیت میں تبدیل کرنا ہی ترقی کا صحیح مفہوم ہے۔

اسلام کا راستہ — متوازن ترقی

لیکن اس متوازن ترقی کا راستہ صرف اسلام دکھا سکتا ہے کیونکہ وہ ایک طرف مادیت کی نفی نہیں کرتا اور نہ اس کے امکانات اور تقاضوں سے صرفِ نظر کرتا ہے اور دوسری طرف وہ ان بنیادی روحانی اور اخلاقی قدروں کا بھی محافظ ہے جو مادہ کے ڈھیر کو انسانیت میں تبدیل کرتی ہیں۔

دینی اور دنیاوی علوم کا امتزاج

ہم نے سب سے بڑی غلطی یہ کی ہے کہ دنیوی علم و عمل سے دین کا رابطہ توڑ دیا ہے کہیں صرف مادی اور دنیوی بہبودی پر زور دیا ہے اور تمام توجہ یہی چیزیں ہیں اور اگر دینی اصول ان کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے نظر آئیں تو انھیں بلا جھجک نظر انداز کر دینا چاہیے اور کہیں مذہب یا یوں کہیے ساری توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے کہ قدیم تعلیم و تہذیب کے دائرہ میں محدود رہو، ورنہ جدید تعلیم و تہذیب تم کو جہنم میں پہنچا دے گی نئے علوم و فنون جاننے والے طبقہ کی اکثریت اپنے قدیم تہذیبی سرمایہ سے ناواقف ہونے کے باعث دین سے عدم التفات کو ترقی کا وسیلہ سمجھتی ہے اور قدیم علوم و فنون کے وارث عصری رجحانات سے بےخبری کی وجہ سے پرانی بحثوں اور روایتی اندازِ فکر کے اسیر ہیں اور مذہب کے سانچے میں ڈھال کر ایک ترقی یافتہ اور متوازن تمدن کی تشکیل کی ضرورت یا تو محسوس نہیں کرتے یا خود کو اس کا اہل نہیں پاتے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

عام مسلمانوں کی اسلام سے وابستگی کی نوعیت شعوری نہیں بلکہ جذباتی ہو گئی ہے۔ اللہ اکبر کے نعروں سے جسموں میں پھریری اب بھی پیدا ہو جاتی ہے مسلمانوں کی زبوں حالی سے دل اب بھی متاثر ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دل سے تو ہم اسلام کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں مگر چلتے غیر اسلامی طریق پر ہیں اور زندگی غیر اسلامی اصولوں پر مرتب کرتے ہیں بعض حضرات دین سے سیاست کا کام لینا چاہتے ہیں بعض تجارت کا اور زیادہ تر تو اس سے کوئی کام ہی نہیں لینا چاہتے۔ مال و منال کا یہ بُعد ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں پر چھایا ہوا ہے۔ خدا کو مالک اور آقا مان کر بھی غیر میں گداگری کرتے ہم کو شرم نہیں آتی۔ جھوٹ کو ام الخبائث تسلیم کر کے چند بیگہ زمین کے لیے جھوٹا حلف اٹھا لینا ہمارے اندر الجھن پیدا نہیں کرتا بڑھتی خود غرضی اور باہمی عداوت سے رسمی طور پر عبرت اندوز ہونے کے لیے ہم ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن اپنی روزمرہ کی زندگی میں خلوص ایثار اور خدمات کے جذبات پیدا کرنا ہمارے لیے محال ہے مالی ابتری کے باوجود محنت اور کفایت شعاری پر ہماری طبیعتیں نہیں مائل ہوتیں غرض خدا اور آخرت پر ایمان اور ہماری نمازیں اور ہمارے روزے ہم کو خود غرضی، جھوٹ، قوت پرستی، دولت کی طمع اور اسی طرح کے دوسرے روحانی و اخلاقی امراض سے نجات دلانے میں کارگر نہیں ہوتے حالانکہ انھیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

سر چارلس لائل نے بڑے مزے کی بات کہی ہے کہ "ایشیا جیسا کوئی سیاست کا اسکول کہیں نہیں ہے جہاں نیکی اور انصاف کے نہایت پاکیزہ اور قابل تعریف اصولوں کے ساتھ چھین لو اور دبا بیٹھو کا پرانا طریقہ اب بھی رائج ہے اور جہاں افعال اور مسلمات کا تضاد کسی کو مطلق نہیں کھٹکتا"۔

یہاں اس سے بحث نہیں کہ آیا تنہا ایشیا ہی اس الزام کا مستحق ہے اور دنیا کے دوسرے براعظم اس سے بری ہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ کل ایشیا پر یہ بات صادق آتی ہو یا نہ ہو مسلمانوں کی حالت ضرور ایسی ہی ہے ان کے یہاں عقاید اور اعمال میں مناسبت ہی معدوم نہیں بلکہ اس عدم مناسبت پر ان کا ضمیر ہلکی سی چٹکی بھی نہیں لیتا اور یہ اس لیے ہے کہ اسلام سے ان کے تعلق کی نوعیت محض طبعی، رسمی اور نسلی ہو گئی ہے دینداری کے معنی چند عقائد کا اقرار اور چند رسوم کی ادائیگی سمجھ لیے گئے ہیں اور زبان سے اسلام کے دین عمل اور ضابطۂ حیات ہونے کا لاکھ دعوے کیا جاتے، معاشرت میں خوفِ خدا کو راہ نما بنانے پر کوئی راضی نہیں ہے

اسلامی ضابطۂ حیات

اسلام کی عظیم الشان عمارت کے چار ستون ہیں (۱) اعتقادات (۲) عبادات (۳) اخلاقیات اور (۴) معاملات۔ حضور سرورِ کائنات کی رسالت کی یہی مابہ الامتیاز ہے اور وہ ان چاروں عنوانوں کا مجموعہ تھی آپ نے یہ حقیقت بار بار دہرائی کہ ہر انسان کا ایک تعلق تو اپنے خالق کے ساتھ ہے اور دوسرا اپنے خالق کی مخلوقات کے ساتھ یعنی اس کا ایک رخ عالم غیب کی طرف ہے اور دوسرا عالم شہود کی طرف خدا اور بندہ کے تعلق کے جن اجزا کا تعلق ہماری قلبی و ذہنی کیفیات سے ہے ان کو اعتقادات کہتے ہیں اور جن اجزاء کا تعلق ہمارے جسم و جان اور مال و دولت سے ہے وہ تین ابواب یعنی عبادت اخلاق اور معاملہ میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ اسلام کی تکمیل کے لیے ان چاروں کا استحکام ضروری ہے نجات کا مدار ایمان اور عمل صالح دونوں پر ہے اسی لیے قرآن پاک میں آمنوا کے ساتھ ساتھ وعملوا الصالحات پر ہمیشہ زور دیا گیا ہے۔

ایمان اور عمل صالح

دراصل اعمال حسنہ ہی ایمان کی پختگی کی پہچان ہیں۔ ویسے ہی جیسے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایمان کا تو دعوے دار ہو مگر اس کے اعمال میں ایمان کے مطابق اچھائی نہ پائی جاتی ہو۔ تو یہ کھلی ہوئی علامت اس بات کی ہوگی کہ ایمان اس کی زبان سے اتر کر اس کے دل اور اس کی شخصیت کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا ہے۔ احادیث میں اس مضمون کی کمی نہیں مثلاً۔

"مومنوں میں اسی کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔" (سنن ابی داؤد)

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک وہ اپنے بھائی یا پڑوسی و برادری کو شک ہے کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔" (بخاری)

"جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔" (بخاری)

"اچھے خلق کو ہی اسلام کہتے ہیں۔"

"قیامت کے ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی اور چیز نہ ہوگی۔"

"خوش اخلاق دنیا اور آخرت کی نیکی لوٹ لے گیا۔"

"بخل اور بد اخلاقی دو ایسی چیزیں ہیں جو مومن میں کبھی جمع نہیں ہوتیں۔"

"جو آدمیوں کو زیادہ نفع پہنچاتا ہے وہی زیادہ اچھا آدمی ہے۔"

"جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں وہ مسلمان نہیں۔" (کنز الاعمال)

انفرادی اور اجتماعی ترقی

مختصر یہ کہ اسلام اور زندگی میں ایک نہ ٹوٹنے والا رابطہ اور علاقہ ہے اور اس کی ہمہ گیر تعلیم کے خزانے سے ہم تب ہی اپنی جھولیاں بھر سکتے ہیں جب ہم اس کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی کر لیں۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی ترقی کا مدار اپنے اندر پھر مذہبی جذبہ بیدار کرنے پر ہے تاکہ ہمارے تمدن کی بنیاد ابدی اخلاقی قدروں پر ہو وہ طرز زندگی اور وہ تمدن جو مادی اغراض سے مغلوب ہو کر منشائے حق کو پس پشت ڈال دیتا ہے خود بھی برباد ہو جاتا ہے اور انسانیت کو بھی کھوکھلا کر دیتا ہے اس کی تعمیر ریت کی دیواروں پر ہوتی ہے اور جب وہ اپنے ہی پیدا کئے ہوئے مصائب کے بوجھ سے بیٹھنے لگتا ہے۔ جیسا کہ ضروری ہے۔ تو ہمسایوں کو بھی تباہ کر ڈالتا ہے یہی تاریخ کا فیصلہ ہے لیکن جن کی آنکھیں مغرب کی جگمگاہٹ سے خیرہ ہو گئی ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی عمر ابھی صرف ڈیڑھ سو سال ہی ہے اور اتنی ہی عمر میں جو تاریخی اعتبار سے کچھ بھی نہ ہوئی اس میں انحطاط کی علامتیں پیدا ہو گئی ہیں اور اس کے مستقبل کی بابت سخت اندیشے ظاہر کئے جا رہے ہیں۔

روحانی اور اخلاقی ترقی

تہذیب اپنے عروج کو نہیں پہنچ سکتی جب تک انسان اپنی زندگی کا رشتہ رضائے الٰہی سے نہ جوڑے اور مادی ترقی صرف اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جب روحانی اور اخلاقی اقدار سے اس کا رشتہ قائم رہے۔ ایک متوازن اور عادلانہ نظام تمدن تشفی نفس نہیں بلکہ احتساب نفس ہی کے سہارے وجود میں آ سکتا ہے اور مسلمان کسی اور ذہنی فضا میں مسلمان کی حیثیت

سے ترقی نہیں کر سکتے۔

ہم کو چاہیئے کہ اسلام کے آب حیات سے اپنے معاشرہ کو سیراب کریں ہم میں ایک ایسی جماعت ہو جو اسلام کے عقاید اور اصولوں کو لے کر علم و عمل کے میدان میں آگے بڑھے ۔ اور

> مادی ترقی صرف اسی وقت مفید ہو سکتی ہے
>
> جب رُوحانی اور اخلاقی اقدار سے اس کا
>
> رشتہ قائم رہے۔

زندگی کے نشیب و فراز اور اس کے ہمیشہ بدلتے ہوئے حالات اور مسائل میں ان کو برت کر دکھائے تاکہ قوم کو صحیح عملی ہدایت ملے اور قومی مزاج میں پختہ دینی شعور اور خود اعتمادی پیدا ہو یہی چیزیں ہمیں ترقی کے راستے پر لگا سکتی ہے اور اسی کی اس وقت ضرورت ہے اور اگر نظر کو ذرا وسیع کر کے دیکھا جائے تو قرآن کی اس آیت میں بھی ہم کو یہی حکم ملے گا۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران ۳-۱۰۴)

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور انھیں اچھے کام کرنے کی ترغیب دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

فلاح دینی و اُخروی،

یہ عمل جس طرح ہماری فلاح اُخروی کا ضامن ہے دنیوی فلاح و

> ہماری بہبود اسی میں ہے کہ ہم روحانیت
>
> اور مادیت کے امتزاج کی اسلامی تشریح و
>
> توضیح کو اپنی اجتماعی زندگی میں جذب کر لیں
>
> جب تک یہ نہ ہوگا ہم ترقی سے یونہی محروم
>
> رہیں گے، جیسے کہ آج ہیں۔

ترقی کے زینے پر چڑھنا بھی اسی پر موقوف ہے۔

ہم نے بدقسمتی سے اسلام کی نمایاں اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھا اور یہ نہیں دیکھا کہ یہی وہ صفت تھی جس نے اسلام کو روایتی مذاہب سے ممتاز کر کے اسے ایک تاریخی حقیقت بنا دیا تھا۔

ہماری تاریخ کے نازک دوروں میں ایسی عظیم المرتبت شخصیتیں ضرور ابھریں جنہوں نے معاشرہ کے بارے میں اپنے فرض کی ادائگی میں اپنی جانوں تک کی بازی لگادی اور یہی وجہ ہے کہ اسلام اندر و باہر کے بے شمار خطروں کا مقابلہ کر کے آج بھی ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے قائم ہے لیکن عام طور پر ہمارے دینی رہنماؤں کی اکثریت نے اس ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا نہ مذہبی اور علمی سطح پہ اور نہ عمل کے میدان میں، مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں اور گھروں، کالجوں، کھیتوں اور کارخانوں کی درمیانی خلیج پر پل بنانے کی کوشش ادھوری ہی رہی اور زندگی کو دین سے اور دین کو زندگی سے قوت کی امرت جیسی کہ پہنچنی چاہیئے تھی نہیں پہنچ سکیں۔ انجام کار دین و دنیا کی تفریق اور اس بارے میں افراط و تفریط پوری قوم کا مزاج بنا ہوا ہے۔ جو ہزار خرابیوں کی جڑ ہے۔

اسلام کی وسعت کے اندر انسان کی پوری زندگی کے کام داخل ہیں جن کے حسن و خوبی انجام دینے کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے دراصل اسلام آیا ہی اسی لیے تھا کہ اپنے پیروؤں کے پاؤں کے نیچے دونوں جہانوں کی بادشاہی رکھ دے۔

یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم اس سے یہ کام نہیں لیتے جب تک ہم نے اسلام کی روح سے اپنی روحوں کو منسلک رکھا دنیا نے اس صداقت کا حیرت انگیز مظاہرہ دیکھا لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب یہ رشتہ کمزور پڑ گیا اور ملک گیری مسلمانوں کے فعال طبقہ کا نمایاں مقصد بن گئی تو اسلام ایک سیاسی قوت کی طرح دنیا کے بڑے حصہ پر تو چھایا رہا مگر اس کے جسم سے اس کی روح جدا ہو گئی۔ یہ کوئی اچھی شکل نہ تھی اور انجام اس کا وہی ہوا جو ہر ایسی سیاسی طاقت کا بالآخر ہوتا ہے جو اچھے اخلاقی اصولوں سے تربیت نہیں لیتی۔ روحانی امراض نے معاشرہ کو کھوکھلا کر دیا، زندگی کے عناصر کمزور ہو گئے اور رفتہ رفتہ دولت و حکومت بھی جاتی رہی۔

ہماری بہبود اسی میں ہے کہ ہم روحانیت اور مادیت کے امتزاج کی اسلامی تشریح و توضیح کو اپنی اجتماعی زندگی میں جذب کر لیں، جب تک یہ نہ ہوگا ہم ترقی سے یونہی محروم رہیں گے، جیسے کہ آج ہیں۔

★ ★ ★

مسواک کے فائدے

از : ابوالرّیاض ۔ لائلپور

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں دین اور دنیا کی سب بھلائیاں جمع ہیں ۔ مثلاً اسلام صفائی پر بڑا زور دیتا ہے ۔ جسم اور لباس پھر گھر اور ماحول کی صفائی تک سب کو ثواب میں داخل فرماتا ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ صفائی پسند لوگوں کو دوست رکھتا ہے ۔ حدیث میں ہے کہ طہارت ایمان کا ایک حصّہ ہے ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

صفائی کو رکھو ہمیشہ عزیز
صفائی سے بہتر نہیں کوئی چیز

پانی ایک بڑی نعمت ہے اور یہی ایک صفائی کا ذریعہ ہے اور اس کا استعمال ہر عبادت سے پہلے وضو کی صورت میں تجویز فرمایا ہے ۔ معدے کی اکثر بیماریاں منہ کی کثافت اور دانتوں کی خرابی سے پیدا ہوتی ہیں ۔ قربان جائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے وضو میں مسواک کو مسنون قرار دیا ہے ۔ اور ثواب کے ذریعہ حوصلہ افزائی فرما کر مسواک کی اہمیت اور معدہ کی بیماریوں کا علاج فرما دیا ہے ۔ بھلا جو شخص پانچوں وقت وضو میں مسواک کرے گا ۔ اس کے دانت کیسے میلے اور مسوڑھے کیسے خراب ہو سکتے ہیں ۔ بلکہ مسواک کے استعمال سے دانت صاف اور مسوڑھے خشک رہتے ہیں ۔ کثیف لعاب نکل جاتا ہے اور دانت مضبوط رہتے ہیں کھانا اچھی طرح سے چبایا جا سکتا ہے ۔ ورنہ دانتوں کی خرابی سے معدے کی اکثر بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ یہ کتنا سادہ اور مفید عمل ہے جس میں دنیا اور دین دونوں کی بھلائیاں موجود ہیں ۔

مسواک کے ظاہری اور باطنی فائدے اس قدر ہیں کہ دورِ حاضر کے ڈاکٹر اور اطبّاء سب اس بات پر متفق ہیں کہ دانت اور منہ کی صفائی کے لیے مسواک سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ۔ برش بھی اس کا بدل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے بال تیز اور سخت ہوتے ہیں ۔ مسوڑے سے چھِل جاتے ہیں ۔ مسواک کے ریشے نرم اور ملائم ہوتے ہیں ۔ مسوڑھوں کو ضرب نہیں آتی ۔

مسواک جال (دَن) کی بہتر ہے ۔

۱ ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ مسواک کے ساتھ ایک رکعت بغیر مسواک کے ستّر رکعت سے بہتر ہے ۔ (ترغیب صـ۸۴)

۲ ۔ مسواک منہ کو صاف کرتی ہے اور خدا کی خوشنودی بڑھاتی ہے ۔ (بخاری شریف)

۳ ۔ جو مسواک کرکے وضو سے قرآن مجید پڑھتے ہیں ۔ فرشتے محبت سے اس قرآن کو سنتے ہیں ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت بھی مسواک استعمال کی تھی جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے اپنے منہ سے چبا کر پیش کیا تھا ۔ سبحان اللہ ! مسواک کی اہمیت اور حضرت صدیقہ رضؓ کا مقام کتنی بڑی شان ہے ۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا ۔ مسواک بلغم کی جڑ کاٹ دیتی ہے ۔ صحابہ کبار رضؓ تیر اور تلوار کے ساتھ مسواک رکھتے تھے ۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار فوائد ہیں :

منہ کی بدبو دُور کرتی ہے ۔ دانت اور مسوڑھے مضبوط رکھتی ہے ۔ منہ سے بدبو نہیں آتی ورنہ مجلس میں منہ کی بدبو سے شرمندگی ہوتی ہے ۔ متعدی امراض کے جراثیم مسواک سے مر جاتے ہیں ۔ آنکھ کی بینائی اچھی رہتی ہے ۔ معدہ درست رہتا ہے ۔ غذا ہضم

ہوتی ہے اور سنت کا ثواب علیحدہ ملتا ہے۔ خدا کی خوشنودی اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔

لکھا ہے کہ ایک جنگ میں فتح حاصل نہ ہوسکی۔ صحابہ کبارؓ نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ مسواک کی سنّت چھوڑنے سے ناکامی ہوئی ہے۔ چنانچہ سنّت جاری کرنے کے بعد حملہ کیا تو فتح سے سرفراز ہوئے۔ غور کریں کہ اتنی مصیبت کے وقت بھی صحابہ کبارؓ سنّت کا خیال رکھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "علیکم بالسواک"۔ اسی ضمن میں ایک شاعر کے چند اشعار پڑھیے ؎

مسواک نبیؐ کی سنت ہے\
محبوب یہ پیاری خصلت ہے\
دانتوں کی صفائی ہوتی ہے\
روشن بینائی ہوتی ہے\
ہم دانت جو مل کر دھوتے ہیں\
مضبوط مسوڑھے ہوتے ہیں\
یہ فہم کو تیز بناتی ہے\
زباں کو دُور ہٹاتی ہے\
یہ سانس کو صاف چلاتی ہے\
تکثیر لعاب گھٹاتی ہے\
یہ بلغم صاف کراتی ہے\
ٹی بی کا اثر دباتی ہے\
فرمانِ نبیؐ پر کان دھرو\
مسواک کرو۔ مسواک کرو

خطبہ جمعہ

حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدھم ایک فکر انگیز اور فاضلانہ خطبہ جمعہ متعلقہ پندرھویں صدی ہجری ۱۴ر نومبر کو جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں ارشاد فرمائینگے حضرت کی تقریر ٹھیک ایک بجے شروع ہو جائے گی۔

یہ خطبہ خدام الدین کی آئندہ اشاعت میں اشاعت پذیر ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی وہ خطبہ پمفلٹ کی صورت میں الگ شائع کیا جا رہا ہے۔ بیرونی حضرات دس پیسہ کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے منگوا سکتے ہیں۔

(۱۰ روپیہ سینکڑہ)

مقامی حضرات انجمن کے دفتر سے مفت حاصل کریں۔

ناظم انجمن خدام الدین لاہور

نیا سال

نیا سن ہجری (۱۴۰۱ھ) ہمارے سروں پر جلوہ فگن ہے —— حضور ختمی نبوّت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلّم کی زندگی کا وہ مہتم بالشّان واقعہ جسے "ہجرت نبوی" کے عنوان سے موسوم کیا جاتا ہے اس پر ۱۴سو سال بیت گئے —— لیکن اتنے طویل شب و روز گذرنے کے باوجود غلامانِ محمدؐ علیہ السّلام کے لیے اب بھی اس میں ایک زندہ پیغام موجود ہے —— اور وہ یہ کہ راہ حق کے مسافر اس زمین سے کنارہ کشی کر لیا کرتے ہیں جس کا دامن "حق" کے لیے تنگ ہو —— اور ایک زمین پر ہی کیا منحصر ہے مہاجر بطحا نے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف سے تو یہ بتلایا کہ والدین و اولاد، بھائی اور ازدواجی رشتے، خاندان و مال، تجارت و محلّات (اس کے علاوہ بھی جو چیز) راہِ حق میں قدم اٹھانے سے روکاوٹ بنے اور اطاعتِ خداوندی و محبت نبوی اور جہاد فی سبیل اللہ کی راہ کا پتھر ثابت ہو وہ چھوڑ دینے اور توڑ دینے کے قابل ہے بصورتِ دیگر "اللہ کے امر کا انتظار کرنا چاہیے" —— وہ اللہ جس کا فرمان ہے کہ بارگاہِ قدس کے نافرمانوں پر درِ ہدایت وا نہیں ہوتا ——!

(س — ع)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں۔ (مدیر)

مکتوباتِ معصومیہ

ترجمہ: مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ
قیمت دفتر دوم ۱۸/- روپے، دفتر سوم ۲۱/- روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ مجددیہ ۵/۲ - ایچ
ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

حضرت امام مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادے اور آپ کے علوم و معارف کے وارث عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ کے مکتوبات طیبات اپنے عظیم ترین والد بزرگوار کی طرح علوم و معارف کا انمول ذخیرہ ہیں۔ یہ ملفوظات تین دفاتر (تین حصوں) میں ہیں۔ زبان فارسی ہے اس لیے ان سے عام آدمی کیا آج کل کے اچھے بھلے لکھے پڑھے بھی استفادہ نہیں کر سکتے کیونکہ بدقسمتی سے فارسی زبان کا شوق قریب قریب ختم ہوتا جا رہا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے گل سرسبد حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ کی قبر انور پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ نے اس انمول خزانہ کو اردو میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے دفتر کے ترجمہ پر تبصرہ انہی صفحات میں ہو چکا ہے۔ اس وقت دفتر دوم اور سوم سامنے ہے۔ حضرت مرحوم نے جس شگفتگی سے ترجمہ کیا ہے وہ انہی کا کام تھا۔ ترجمہ میں کمال درجہ کی سلاست اور روانی ہے۔ آپ نے مزید اضافہ یہ کیا کہ مکتوبات میں جو قرآنی آیات ہیں ان کے حوالے دے دئے۔ اسی طرح احادیث کے حتی الامکان حوالے حواشی میں درج کر دئے تاکہ اصل ماخذ کی طرف رجوع آسان ہو۔ حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات کے جو حوالے خواجہ صاحب نے دئے تھے۔ ان کو بھی حاشیہ میں واضح کر دیا ہے اور خود آپ کے فارسی مکتوبات کے مطبوعہ نسخہ کے صفحات حواشی میں دے دئے ہیں تاکہ کوئی صاحب ذوق اصل کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اسے سہولت ہو۔ الغرض ہر اعتبار سے یہ مکمل ترین ترجمہ ہے جو سامنے آیا ہے ـــــ افسوس کہ حضرت شاہ صاحب اس رمضان میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مشیتِ الٰہی کے سامنے مجال دم زدن نہیں۔ مزید جیتے تو مجددی علوم و معارف کا مزید ذخیرہ اسی طرح سامنے آتا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ ان کے خادم خصوصی حاجی محمد اعلیٰ صاحب ناظم ادارہ مجددیہ کو توفیق دے کہ وہ آپ کی تصنیفات و تراجم برابر شائع کرتے رہیں۔ علوم و معارف کے اس قیمتی ذخیرہ کو فوری حاصل کرنے کی ہم سفارش کریں گے تاکہ ارباب ادارہ کی حوصلہ افزائی ہو اور یہ سلسلہ خیر جاری رہے۔

سیرتِ سلمان فارسیؓ

تصنیف: علامہ فضل احمد عارف
قیمت: ۲۴ روپے
ملنے کا پتہ: نذیر سنز پبلشرز
۴۰ اے اردو بازار لاہور

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے ساتھیوں میں ایک مخصوص شان کے مالک ہیں۔ طویل عرصہ تک تلاشِ حق میں مارے مارے پھرنے کے بعد توفیق الٰہی سے وہ سرکار کی خدمت میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ نے ہر اعتبار

سے مسلم معاشرہ میں امتیاز حاصل کیا۔ ایک طرف تو سرکار نے آپ کو اپنے اہل خاندان کا فرد قرار دیا۔ تو دوسری طرف وہ آئندہ چل کر گورنری کے منصب پر پہنچے۔

علامہ فضل احمد صاحب عارف میونسپل ڈگری کالج اوکاڑہ میں ایک عرصہ سے تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تو دوسری طرف وہ اس سے قبل متعدد عنوانات پر چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر ایک دنیا سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کی تازہ کتاب حال ہی میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر سامنے آئی ہے۔ موصوف نے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی ۶۰ کتابوں کے طویل مطالعہ کے بعد یہ کتاب مرتب کی ہے جس میں کسی اعتبار سے بھی کوئی تشنگی نہیں۔

نذیر سنز جو اچھی کتابوں کی اشاعت میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں انہوں نے اس کتاب کو بھی بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے امید ہے کہ اس کی قدر کی جائے گی۔

تذکرہ امیر تبلیغ

مصنف: مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
قیمت: ۲۴/- روپے
ناشر: ذوالنورین اکادمی
محلہ حاجی گلاب بھیرہ ضلع سرگودھا

تبلیغی جماعت کے نام اور کام سے ایک دنیا واقف ہے اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی نازک دور میں اس جماعت سے جو کام لیا اور لے رہے ہیں وہ بجا طور پر اسلام کا معجزہ ہے۔ جن افراد نے اپنے خونِ جگر سے اس پودے کو سینچا اور اس دعوت خیر کو چار دانگِ عالم میں پھیلانے میں قابل فخر کردار کا مظاہرہ کیا ان میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام سرفہرست ہے۔ مشیتِ الٰہی سے آپ تھوڑی ہی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن آپ کا چھوڑا ہوا کام آج اللہ کے فضل سے ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ آپ کی شخصیت و کردار پر متعدد کتابیں سامنے آئی ہیں جن میں زیر تبصرہ کتاب بھی ہے جو حضرت مدنی قدس سرہٗ کے خادم اور متعدد کتابوں کے مصنف مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری کے قلم سے نکلی۔ اور ہندوستان میں مقبول عام ہوئی۔ کتاب کے ٹھوس اور جاندار مضامین کے پیشِ نظر یہاں بھی اس کی مانگ تھی۔ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکادمی نے اسے چھپوا کر عام مسلمانوں پر بالعموم اور تبلیغی احباب پر بالخصوص احسان کیا ہے۔ کتاب کو ظاہری طور پر آراستہ کرنے میں کافی محنت کی گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ارباب ذوق اس گرانقدر تحفہ کی قدر کریں گے۔ لاہور اور دوسرے شہروں کے اچھے کتب خانوں سے کتاب دستیاب ہے۔

ہم سُنّی کیوں ہیں؟

تصنیف: مولانا مہر محمد صاحب میانوالوی
قیمت: ۲۴/- روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ عثمانیہ نور باواے
گوجرانوالہ

ہمارے دوست مولانا حافظ مہر محمد صاحب بڑے عالم فاضل شخص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کے بہترین اساتذہ سے کسبِ فیض کا موقعہ مہیا فرمایا۔ مطالعہ کا ذوق وافر نصیب ہوا ہے اور وہ مسلسل کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ ملک کے دینی اور علمی رسائل میں ان کے وقیع اور قابل قدر مضامین شائع ہو چکے ہیں نیز کئی قیمتی کتابیں اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

موصوف کا خصوصی ذوق حضرات صحابہ علیہم الرضوان کا دفاع اور اس نوع کے مسائل میں اور یہ واقعتہً بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس موضوع پر ان کی کتاب "عدالت صحابہ کرام" مدت ہوئی سامنے آئی اور خوب مقبول

ہوئی۔

زیر تبصرہ کتاب جو تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے بعض سوالات کا جواب ہے۔ موصوف نے محنت اور عرق ریزی سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اور گویا اہل حق کے ہاتھ میں ایک دستاویز دے دی ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ حضرات صحابہؓ علیہم الرضوان کی قلبی عقیدت و محبّت رکھنے والے برادرانِ دین اس کتاب کا خوب خوب خیر مقدم کریں گے اور مصنف کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

گلدستۂ ہدایت

تالیف: مولانا محمد عبدالرشید صاحب
قیمت: ۵/۰۰ روپے
ملنے کا پتہ: بنام مصنف بمقام پھلن شریف، تحصیل علی پور، ضلع مظفر گڑھ (۲) محمد شفیع عمرالدین ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر نزد ہسپتال جانوراں، میرپور خاص۔

مولانا عبدالرشید خواجہ محمد نور بخشؒ صاحبؒ نقشبندی مجددی کے خلف الرشید ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی صاحب نسبت اور اہل دل بزرگ ہیں، اندھیروں میں چراغ جلانے کی مخلصانہ ریت پر عمل پیرا ہیں۔

زیر تبصرہ مجموعہ اکابرین مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے ملفوظات اور نصائح کا حسین گلدستہ ہے جس کے دو باب ہیں۔ پہلا باب موصوف کا مرتب کردہ ہے، اور دوسرا باب آپ کی مجالس ذکر کی تقاریر کے نوٹس ہیں جنہیں محترم محمد شفیع عمرالدین صاحب نے مرتب کیا ہے جو عدلیہ کے ایک ذمہ دار اور خدا ترس کارکن رہ چکے ہیں اور اہل اللہ کی تعلیمات کی اشاعت سے خصوصی دلچسپی ہے۔

ہمارے خیال میں اس ملک کے عوام پر حضرات اہل اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان کے ذریعہ اس ملک میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ اور جو حالات میں بگاڑ ہے اس کی اصلاح کے لئے بھی یہی طریقہ انسب ہے کہ ان گدڑی پوشوں کی تعلیمات کو پھیلایا اور عام کیا جائے۔

اسی جذبہ سے یہ مجموعہ مرتب ہوا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

بقیہ :- ملاوٹ

روئیے پر ناگواری کا اظہار کیجئے۔ اگر معاشرہ میں ایسے افراد کی قدر نہ ہو بلکہ معاشرہ ان کی ہمت شکنی کرے اور ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرے تو ایسے لوگ کبھی پنپ نہیں سکتے۔ ملاوٹ کرنے والوں اور ملاوٹ کی اجازت دینے والوں کو ہرگز قبول نہ کیجئے۔ ان کو سر آنکھوں پر بٹھانے کی بجائے ان کی اصلاح کیجئے۔ سب مل کر ہی سماجی برائیوں کا انسداد کر سکتے ہیں۔ برائیوں کو برداشت کرنے والے بھی معاشرے کے مجرم ہوتے ہیں۔ ملاوٹ ایک لعنت ہے اس لعنت میں مبتلا لوگ ہرگز ایک مہذب مسلم معاشرے کے رکن بننے کے لائق نہیں ہیں۔ ملت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ اپنے قول اور اپنے عمل سے ان کو یہ احساس دلادے اور بتادے کہ ہمارے آقائے نامدار سرکار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ :- "جو ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے"

فرمودات ربّانی

اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ (الفجر ۱۴)
بلاشبہ تیرا پروردگار تو تجھے ہر دم جھانک لگائے تاک رہا ہے۔

لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (الانعام ۱۰۳)
اگرچہ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر وہ سب کو دیکھتا ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق ۱۶)
ہم تو تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہیں۔

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیْکُمْ شُهُوْدًا (یونس ۶۱)
نہ جو کوئی کام بھی کر رہے (ہوتے) ہو ہم تمہارے پاس موجود ہوتے ہیں۔

سلامِ عقیدت بحضور سیدنا عثمانؓ ذوالنورینؓ

جامع القرآن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام
صاحب الایمان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

جانشینِ مصطفٰے دو نور والے ماہتاب
حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

عقد میں دو بیٹیاں آئیں رسول اللہ کی
ذوالکرم ذی شان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

دستِ محبوبِ خدا تھا بیعتِ رضواں ترا
عظمتِ عثمانؓ ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

قلزمِ جود و سخا و پیکرِ شرم و حیا
حلم کے سلطان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

پی لیا جامِ شہادت پیشِ قرآنِ مبین
عاشقِ قرآن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

ہے اگر دعویٰ غلامی کا تجھے اختر تو بھیج
ہر گھڑی ہر آن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

محمد سعید اختر شجاع آبادی

دعائے مغفرت

فقیر والی ضلع بہاولنگر کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ قاسم العلوم کے بانی و مہتمم مولانا فضل احمد صاحب کے بھائی مولانا حاجی خیرالدین صاحب گذشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ مدرسہ کی اصلاح و ترقی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اپنے محدود مشاہرہ کا بڑا حصہ مدرسہ ہی پہ خرچ کر ڈالتے اور خود زاہدانہ زندگی گذارتے۔

اسی طرح سردارپور نون ضلع سرگودھا کے ڈاکٹر حاجی مختار احمد صاحب انتقال کر گئے۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک اور پابند صوم و صلوٰۃ بزرگ تھے۔ احقر نے بہت بچپن میں انہیں دیکھا جب وہ ہمارے گھر میں مریضوں کو دیکھنے آتے۔ والد صاحب قبلہ سے خصوصی تعلق تھا۔ آپ کے صاحبزادوں میں ڈاکٹر شبیر صاحب بھلوال بڑے باہمت نوجوان ہیں۔

اللہ تعالٰے ہر دو مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ (علوی)

انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ
قرآن عزیز
بہ تجزیۂ جدیدہ
بہترین عکسی طباعت سے مزین
ترجمہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
ہدیہ
قسم اول: -/۷۵ روپے امپورٹڈ آفسٹ پیپر
قسم دوم: -/۵۰ روپے جلد ڈائی دار کاغذ مکینیکل گلیزڈ
قسم سوم -/۳۵ ، قسم چہارم -/۲۵
محصول ڈاک: -/۶ روپے
فی نسخہ زائد ہوگا
المعلن: ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور